© rasailojaraid.com

سیاست میں اخلاقیات کا زَوال

☆ڈاکٹر عمر فاروق احرار

ایک وقت تھا کہ سیاست شرافت کی علامت تھی اوراب نشانِ عبرت ونکبت ہے۔کبھی خدمت تھی۔اب کاروبار ہے۔کبھی آداب ومروت سے عبارت تھی اوراب سراسر تحقیر وتذلیل کا ڈھیر ہے۔لحاظ ومروّت کبھی سیاست کے جوہر گنے جاتے تھے اوراب یہ عزت وعصمت کی نیلامی کی آماج گاہ ہے۔وقت نہیں بدلا،بعض نابالغ ونیم پخت سیاسی فرزندوں نے اخلاقیات کو منڈی کی جنس اور اِختلاف کو گالی بنا دیا گیا ہے۔نتیجہ عائشہ گلالئی کی اُبکائیوں کی صورت میں سامنے ہے۔الزامات نے شرم وحیا کا سر جھکا دیا ہے۔ابھی کل کی بات ہے کہ ایسے ہی شرمناک الزامات عائشہ احد نامی خاتون نے مسلم لیگ ن کے شریفوں پر بھی عائد کیے تھے۔اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا تھا کہ جب حیا اُٹھ جائے تو پھر جو جی میں آئے کرو۔نہ اُنھیں کچھ پرواہ ہے کہ جنھیں الزام دیا گیا اور نہ اُن کی پیشانی پر کوئی بل ہے کہ جو مظلومیت کا واویلا کیے جارہی ہیں۔دُکھ تو یہ ہے کہ طرفین میں کوئی ایک بھی ایسا شریف النفس آمادۂ عمل نہیں کہ جو اِس طوفانِ بدتمیزی کے آگے بند باندھ سکے!

قیامِ پاکستان کے فوراً بعد ملکی سیاست میں اخلاقیات زوال پذیر ہوتی گئیں۔لیاقت علی خان نے مسلم لیگ کے تقدس کا وَاویلا کر کے حزبِ اختلاف کو غدار کہہ ڈالا۔یہ سلسلہ ایسا چلا کہ رُکنے کا نام نہیں لے رہا۔لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد اَیوب خان کا دور آیا۔انتخابات میں فاطمہ جناح ایوب خان کے مقابل ہوئیں تو سرکاری مشینری فاطمہ جناح کی کردارکشی پر صرف کردی گئی۔اخلاقی قدروں کی رُسوائی اور بہتان تراشی کے سیلاب میں فاطمہ جناح کو شکست سے دوچار کردیا گیا۔یہ بنیادی واقعات تھے کہ جن پر ہمارے مستقبل کی طرزِ سیاست کی بنیاد پڑی۔آج جو موجودہ سیاسی ماحول میں عزت واِحترام، اخلاق وکرداراوراَدب ولحاظ ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتے تو اس کا آغاز پاکستان کے ابتدائی سیاست دانوں کے ہاتھوں ہی ہو چکا تھا۔شرافت ودِیانت جب عنقا ہوجائے تو بدعنوانی،حرام خوری اور بداَخلاقی کا رَاج ہوجاتا ہے اور صادق واَمین کی ڈُھنڈیا پڑ جاتی ہے۔

چالیس کی دہائی میں قائداعظم نے مولانا ابوالکلام آزاد کو کانگریس کا ''شو بوائے'' کہہ ڈالا۔کوئی اور ہوتا تو لوہا گرم دیکھ کر تُرت جوابی جملہ چست کرتا،مگر مجال ہے کہ مولانا آزاد نے پلٹ کر جواب میں ایک لفظ بھی کہا ہو۔بلکہ اگر کسی نے دریافت کیا بھی تو بس یہی کہا کہ ''میرے بھائی! موسمی ہوائیں ہیں،گزر جائیں گی۔''اتنے قیامت آسا صبر وتحمل

☆مرکزی ناظم نشرواشاعت مجلس احرار اسلام پاکستان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لیے فولادی جگر چاہیے۔ مخالف کی تند و تیزی کے جواب میں تہذیب و شائستگی ملحوظ رکھنا ہی عظمت کی دلیل ہے، کیونکہ اعترافِ عظمت کے لیے بھی صاحبِ عظمت ہونا ضروری ہوتا ہے۔ تحریک پاکستان کے دوران ممتاز دیوبندی بزرگوں مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا اشرف علی تھانوی میں شدید سیاسی اختلاف تھا۔ مولانا مدنی کانگریس اور مولانا تھانوی مسلم لیگ کے مؤقف کے حامی تھے۔ مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ اگر چہ حضرت مدنی کو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے سیاسی مسلک سے اختلاف تھا، لیکن ان کے قلب میں نہ صرف حضرت تھانوی کی قدر و منزلت کم نہ تھی، بلکہ وہ حضرت تھانوی کے ساتھ اپنے بڑوں جیسا معاملہ ہی فرماتے تھے، چنانچہ مجھے یاد ہے کہ عین اس زمانے میں جبکہ حضرت تھانوی اور حضرت مدنی کا سیاسی اختلاف الم نشرح ہو چکا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت مدنی نے دیوبند کے بعض اساتذہ سے کہا کہ عرصہ ہوا ہمارا تھانہ بھون جانا نہیں ہو، اور حضرت تھانوی کی زیارت کو دل چاہتا ہے، چنانچہ حضرت مدنی اور دارالعلوم دیوبند کے بعض دوسرے اساتذہ تھانہ بھون کے لیے روانہ ہوئے۔ اتفاق سے گاڑی رات گئے تھانہ بھون پہنچی، اور یہ حضرات ایسے وقت خانقاہ کے دروازے پر پہنچے کہ خانقاہ بند ہو چکی تھی۔ ان حضرات کو یہ معلوم تھا کہ خانقاہ کا نظام الاوقات مقرر ہے، اس لیے نہ اس نظام کی خلاف ورزی مناسب سمجھی اور نہ حضرت تھانوی کو رات گئے تکلیف دینا پسند کیا، چنانچہ حضرت مدنی اپنے ساتھیوں سمیت خانقاہ کے دروازے کے سامنے چبوترے ہی پر لیٹ کر سو گئے۔ حضرت تھانوی فجر کی اذان کے وقت جب اپنے مکان سے خانقاہ کی طرف تشریف لائے تو دیکھا کہ کچھ لوگ باہر چبوترے پر لیٹے ہیں۔ اندھیرے میں صورتیں نظر نہ آئیں۔ چوکیدار سے پوچھا تو اُس نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ قریب پہنچ کر دیکھا تو حضرت مدنی اور حضرت مولانا اعزاز علی جیسے حضرات تھے۔ حضرت تھانوی نے اچانک انہیں دیکھا تو مسرور بھی ہوئے اور اس بات کا صدمہ بھی ہوا کہ یہاں پہنچ کر اِس حالت میں اُنہوں نے رات گزاری، چنانچہ اُن سے پوچھا کہ حضرت! آپ یہاں کیوں سو گئے؟ تو حضرت مدنی نے فرمایا کہ ہمیں معلوم تھا کہ آپ کے یہاں ہر چیز کا نظم مقرر ہے۔ خانقاہ اپنے مخصوص وقت پر بند ہو جاتی ہے، اور پھر نہیں کھلتی۔ حضرت تھانوی نے فرمایا کہ خانقاہ کا تو نظم بلاشبہ یہی ہے، لیکن غریب خانہ تو حاضر تھا، اور اِس پر تو آپ جیسے حضرات کے لیے کوئی پابندی نہ تھی۔ حضرت مدنی نے فرمایا کہ ہم نے رات گئے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا۔ غرض اس طرح یہ حضرات تھانہ بھون گئے، اور ایک دو روز رہ کر واپس تشریف لائے۔''

اِسی طرح کا سیاسی اختلاف مولانا حسین احمد مدنی اور علامہ شبیر احمد عثمانی کے مابین بھی تھا۔ دونوں حضرات کا قیام دیوبند ہی میں تھا۔ ایک دن دارالعلوم دیوبند میں مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی رہائش گاہ کے پاس حضرت مدنی رحمہ اللہ کے حامی طلباء نے چند پرچیاں پھینکیں، جن میں نامناسب اور ناشائستہ جملے لکھے گئے تھے۔ حضرت مدنی کو جب اِس کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علم ہوا تو تمام طلباء کو مسجد میں جمع کر کے حضرت عثمانی کے مقام و مرتبہ سے انہیں آ گاہ کرتے ہوئے خطاب فرمایا اور آخر میں فرمایا کہ: ”جن طلباء نے یہ پرچیاں پھینکیں، میں اور تو کچھ نہیں کر سکتا، البتہ رات کے آخری حصے میں اُٹھ کر اُن کے لیے بد دعا کروں گا۔“ اب ایسی عظمتوں کے مالک کہاں ہیں؟

زندگی کے ہر شعبے کے لیے اخلاقی اقدار کی اہمیت ہے، مگر سیاست کے بازی گر اَپنے آپ کو اَخلاقیات کے دائرے میں پابند رکھنا ہی نہیں چاہتے۔ ٹی وی چینلز پر بھی اُنہی تیس مار خان سیاست دانوں کو بلایا جاتا ہے جو زُبان کی قینچی سے مقابل کے حصے بخرے کرنے اور کھردرے الفاظ کی نوک سے مخالف کے بخیے اُدھیڑنے کے گُر جانتے ہوں۔ پارلیمنٹ میں بدزبانی، گالم گلوچ اور غلاظت میں لتھڑے ہوئے الزامات روٹین کا حصہ ہیں۔ جنہیں عموماً غیر پارلیمانی الفاظ قرار دے کر پارلیمانی کارروائی سے حذف کرنا پڑتا ہے۔ ایسی عامیانہ زبان نہ تو چوک کے تھڑوں پر اور نہ دیہات کی چوپالوں میں اِستعمال کی جاتی ہے۔ یہ تھوہر کے زہریلے اور نیم جیسے تلخ پھول صرف اُنہی کے منہ سے جھڑتے ہیں جو اَعلیٰ تعلیم یافتہ اور مہذب ہونے کے دعوے دار ہیں اور جن کے نزدیک علماء اور دِینی طبقہ بنیاد پرست، جاہل اور اُجڈ ہے۔ شنید ہے کہ فرانسیسی حکومت ملکی سیاست میں بہتر اَخلاقیات کے لیے قانونی اصلاحات کا ایک منصوبہ متعارف کرا رہی ہے، جس کے بعد سیاستدانوں اور وُزرا کے لیے اقربا پروری مشکل ہو جائے گی اور قانوناً سیاست میں اخلاقیات کی اہمیت بڑھ جائے گی۔ کاش ہمارے سیاست دانوں کے لیے بھی کوئی ایسا کوڈ آف کنڈکٹ نافذ کیا جاتا! تاکہ اُن کے اخلاقی رویّے اور کردار میں تبدیلی کے آثار نمودار ہو سکتے! ہمارے سیاسی رہنماؤں کو بھی علم ہوتا کہ ذاتی کردار اور اِجتماعی معاملات دونوں میں آدمی کو بے عیب اور شفافیت کا حامل ہونا چاہیے اور وہ یہ کہنے کی جسارت کبھی نہ کر سکتے کہ ”میں شراب پیتا ہوں، غریبوں کا لہو تو نہیں پیتا۔“

عثمانؓ معیار ہدایت ہیں

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب آنے والے ایک فتنے کا تذکرہ کیا تو وہاں قریب سے ایک شخص چہرہ ڈھانپے ہوئے گزر رہا تھا ان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: یہ شخص اس وقت ہدایت پر ہوگا میں نے ان کا پیچھا کیا یہاں تک کہ میں نے انہیں پہلو سے تھام کر چہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیا اور ان سے کپڑا ہٹا کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ شخص؟ تو فرمایا: ہاں! سو وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ اسنادہٗ صحیح (مسند احمد، 242/4)

© rasailojaraid.com